Urdu Research Journal: Refereed Journal for Urdu,ISSN 2348-3687,Issue: 11th July-Sept. 2017 Page No. 146-148

تحریکات ور جحانات

سرسید کے تعلیمی افکار، مکاتیب سرسید کی روشنی میں

محمد شاداب شمیم
ریسرچ اسکالر دہلی یونیورسٹی، دہلی

اردو زبان وادب کے معماروں میں سر سید کا نام ایک ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ سرسید اور ان کے رفقانے اردو زبان وادب کو جدید نثر کا تحفہ عطا کیا، سرسید کے رفقا کی تعلیم وافکار میں ان کی تربیت کا نمایاں حصہ نظر آتا ہے۔ اردو زبان جو عشق وعاشقی اور تکلفات وملمع سازیوں میں پھنسی ہوئی تھی، اسے سرسید نے مختصر مدت میں اس قابل بنادیا کہ اس میں فنی، سیاسی، اخلاقی، تاریخی، علمی اور تہذیبی ہر قسم کے مضامین کے بخوبی ادا کیا جاسکے، سرسید نے قیل وقال پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خود کردار کے غازی بن کر اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ علمی، ادبی، تاریخی، سماجی، ثقافتی اور سیاسی تحریریں آپ کی عبقریت پر شاہد ہیں۔ مولانا شبلی نے صحیح لکھاہے کہ :-"سرسید کے جسقدر کارنامے ہیں اگرچہ ریفارمیشن اور اصلاح کی حیثیت ہر جگہ نظر آتی ہے لیکن جو چیزیں خصوصیت کے ساتھ ان کی اصلاح کی بدولت ذرہ سے آفتاب بن گئیں ان میں ایک اردولٹریچر بھی ہے"۔

اردوزبان میں خطوط نگاری قدیم زمانے سے ہی رائج رہی ہے، ابتدائی خطوط نگاری کا مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شروع میں فارسی مکتوب کی طرح مقصد و مطلب کے بجائے زبان اور انداز بیان کو زیادہ اہمیت حاصل تھی، لمبے چوڑے القاب و آداب، تصنعات وتکلفات ہی کو کمال معراج سمجھا جاتا تھا، سب سے پہلے اردو خطوط نگاری میں مرزاغالب نے تکلف وتصنع اور بے جا القاب و آداب کے رسمی انداز تحریر کو ترک کر کے ایسا انداز تحریر اپنایا کہ بقول خود مرزاغالب میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنادیا ہے، گوکہ مرزاغالب کو مکمل کامیابی نہیں ملی، ان کے یہاں بھی بہت سارے خطوط میں تکلف وتصنع اور بے جا القاب کی وباپائی جاتی ہے۔

غالب کی خطوط نگاری سے متصلا ہی سرسید کی خطوط نگاری کا زمانہ بھی ہے، سرسید نے جس وقت خطوط نگاری شروع کی اس وقت غالب کے خطوط کا نمونہ موجود تھا، سرسید کی شخصیت ہشت پہل تھی، تمام اصناف پر آپ کی تحریریں اور کتابیں موجود ہیں، آپ ایک مستند مورخ، صاحب طرز انشاپرداز، معتبر سیرت نگار، مصلح قوم اور ملک وملت کے بہی خواہ وہمدرد ہونے کے ساتھ ایک منفرد اور یکتا مکتوب نگار بھی تھے، آپ کے مکاتیب ملکی وملی، اخلاقی وتہذیبی، تاریخی وثقافتی، علمی وادبی، صحافتی ومذہبی کارناموں کے بین دلیل ہیں، آپ کے خطوط کا مطالعہ کر کے ہم سرسید کے افکار ونظریات اور مقصد حیات تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں۔

سرسید نے اپنے خطوط میں ہندوستانی قوم کے دن بدن تعلیم وتربیت سے دور ہونے کا درد بیان کیاہے، اور انھیں علم واخلاق، تہذیب وثقافت سے آراستہ کرنے کے افکار جابجا پھیلے نظر آتے ہیں، سرسید نے اپنی زندگی کا مقصد ہی فلاح وبہبود کو بنالیا تھا اور اس کے لیے انہوں نے نسخۂ تعلیم وتربیت کا استعمال کیا، اسی لیے ہمیں سرسید کے مقالات وخطبات کے علاوہ مکتوبات میں بھی تعلیمی افکار بکثرت نظر آتے ہیں خواجہ احمد فاروقی سرسید کے خطوط کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”اگرہ میں آدم نثرِ جدید، بانئ مدرسۃ العلوم اور حامئ ملک وملت کے چہرہ کے تمام خط وخال دیکھنا ہے تو میں سرسید کے خطوط کا مطالعہ کرنا چاہیے، وہاں انہوں

نے اپنا دل اور دماغ کھول کر رکھ دیا ہے، یہ خطوط ان کے اخلاق و عادات، اعتقادات و نظریات، سیرت و کردار اور عصری معلومات و تحریکات کا خزینہ اور گنجینہ ہے" (صفحہ ۴۱ سرسید بازیافت)

سرسید کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ سرسید کی زندگی کا سب سے اہم مقصد اور ان کی آراو افکار کا خلاصہ و نچوڑ ملک و قوم کی فلاح و بہبود اور ان کی عظمت و سربلندی ہی تھی اور اس کے لیے انہوں نے جو ذریعہ اختیار کیا وہ تعلیم تھا، سرسید تعلیم کو جدید و قدیم میں تقسیم کرنے کے قائل گرچہ نہ تھے ؛ مگر انہوں نے قدیم نصاب تعلیم میں اصلاحات کے مشورے ضرور دیے ہیں دراصل وہ خذما صفا و دع ماکدر کے اصول پر عمل پیرا تھے 1857 کے حالات اور مسلمانوں پر انگریزوں کے بے انتہا مظالم نے ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں اور ان کی لائی ہوئی تعلیم و تہذیب اور اخلاق و کردار سے بدگمان کر دیا تھا مگر سرسید نے مسلم حکومت کے زوال کا خود مشاہدہ کیا تھا اور اپنی بصیرت سے یہ سمجھ لیا تھا کہ انگریزوں سے مقابلہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ ہم خود بھی انھیں تعلیمات، اخلاق و کردار اور صفات و اقدار سے آراستہ ہوں انہوں نے جدید تعلیم کی طرف اپنی قوم کی توجہ دلائی اس راہ میں انھیں بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اپنی ہی قوم سے طعن و تشنیع اور سب و شتم سننا پڑا، سرسید کی تعلیمی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، "سرسید نے اپنی پوری قوت جدید تعلیم کی طرف مرکوز کردی اور اپنی قوم کو ہم نوا بنانے کی کوشش کی وہ اپنی قوم کو کسی دوسری طرف متوجہ ہونے نہیں دینا چاہتے تھے کیوں کہ یہ ایک مشکل کام تھا اور مسلمانوں کی ہچکچاہٹ دور کرنا اور مشکل تھا"۔

سرسید نے تعلیم ہی کو کامیابی کی کنجی تصور کیا اور وہ تعلیم ہی کو برائی بھلائی میں تمیز کرنے، قدرت الٰہی کے ایجادات و اختراعات کو سمجھنے اور اخلاق و کردار کی درستگی کا ذریعہ سمجھتے تھے، سرسید نے قوم کے لیے تعلیم کی فکر بڑے ہی اعلیٰ سطح پر کی اور انہوں نے اپنے ذہن میں کسی چھوٹے اسکول یا مدرسہ کا خاکہ تیار نہیں کیا؛ بلکہ اس وقت کی سب سے بڑی یوروپی درسگاہوں آکسفورڈ اور کیمبرج کے طرز پر ایک ادارہ کے قیام کا ارادہ کیا اور اسی غرض سے یوروپ کا سفر کیا اس سفر کے کچھ اور بھی اہم مقاصد تھے انہوں نے وہاں کی تہذیب و تمدن، رہن سہن، اور اخلاق و کردار کا بغور مشاہدہ کیا اس سے ان کے اندر یہ جذبہ اور تڑپ اور بھی شدت اختیار کر گیا کہ ہماری قوم بھی اسی طرح ترقی یافتہ، مہذب اور آپس میں محبت و مودت کے ساتھ زندگی گزارنے والی قوم بن جائے اور ان کے اخلاق و کردار کا معیار نہایت ہی اعلیٰ ہو جائے اور تعلیم و تربیت حاصل کرکے وہ بلند مقام پر فائز ہو جائیں، نواب عمادالملک کے نام اپنے خط میں ان احساسات و جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں "جناب مجھ کو قوم کی طرف سے اور اسکی بھلائی اور ترقی کی طرف سے بالکل مایوسی ہے لیکن اس خیال سے کہ کوشش کرنا ہمارا فرض ہے کیے جاتے ہیں" (صفحہ 350 مکتوبات سرسید شیخ اسماعیل پانی پتی)۔

مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال کی منظر کشی:

1857 کی بغاوت کے بعد مسلمانوں کے حالات تعلیمی و تہذیبی لحاظ سے ابتر ہونے لگے کیوں کہ مسلمانوں نے انگریزوں کی لائی ہوئی جدید تعلیم و تہذیب کو اپنے لیے کچھ بہتر نہ سمجھا مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اس کو باعث گناہ تصور کرتے تھے حتی کہ انہوں نے انگریزوں سے وابستہ تمام چیزوں کا بائیکاٹ کیا، حالاں کہ بعد کے حالات سے یہ واضح ہو گیا کہ وہ محض ایک غلط فہمی تھی جس کی وجہ سے مسلمان جدید تعلیم سے یکسر دور ہوتے گئے جبکہ سرسید نے ان حالات کا ڈٹ کر نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ وہ ان تاریک حالات کے درخشاں ستارے ثابت ہوئے، اس سلسلہ میں ان کی کوششیں تاریخ کا ایک روشن باب ہیں، چنانچہ سرسید لندن سے اپنے خط میں محسن الملک کو قوم کی تعلیمی بدحالی بیان کرتے ہوئے غایت درجہ افسردہ ہیں "افسوس کہ مسلمان ہندوستان کے ڈوبے جاتے ہیں اور کوئی ان کا نکالنے والا نہیں ہائے افسوس امرت تھوکتے ہیں اور زہر اگلتے ہیں، ہائے افسوس ہاتھ پکڑنے والے کا ہاتھ جھٹک دیتے ہیں اور مگر کے منھ میں ہاتھ دیتے ہیں اے بھائی مہدی فکر کرو اور یقین جان لو کہ مسلمانوں کے ہونٹوں تک پانی آگیا ہے اب ڈوبنے میں بہت ہی کم فاصلہ باقی ہے اگر تم یہاں آتے تو دیکھتے کہ تربیت کس طرح ہوتی ہے اور تعلیم اولاد کا کیا قائدہ ہے اور علم کیوں کر آتا ہے اور کس طرح پر کوئی قوم عزت حاصل کرتی ہے انشاء اللہ تعالی میں یہاں سے واپس آکر سب کچھ کہوں گا اور کروں گا" (صفحہ نمبر 90 مکتوبات سرسید شیخ اسماعیل پانی پتی)۔

تعلیم نسواں کی وکالت:

معترضین سرسید کا اعتراض ہے کہ سرسید تعلیم نسواں کے خلاف تھے حالاں کہ ان کے خطوط اور دیگر تحریروں کے مطالعہ سے معاملہ برعکس نظر آتا ہے، انہوں نے اپنے کئی خطوط میں تعلیم نسواں کی نہ صرف یہ کہ زبردست وکالت کی ہے بلکہ دیگر اقوام کی خواتین سے مقابلہ کرکے تعلیم کی طرف مزید توجہ دلائی ہے انہوں نے ہمیشہ جدید تعلیم یافتہ خواتین کی علمی و ثقافتی برتری کو تسلیم کیا؛ بلکہ ان کو مثالوں میں بھی پیش کیا ان کے تئیں خلوص واحترام اور محبت کا اظہار سرسید کے جذبۂ تعلیم نسواں کی پرزور وکالت کرتے ہیں مثال میں ان کے خط کا ایک اقتباس پیش ہے "اگر ہندوستان میں کوئی عورت بالکل برہنہ بازار میں پھرنے لگے تو ہمارے ہم وطنوں کو کیسا تعجب اور کس قدر حیرت ہوگی، بلا

مبالغہ یہ مثال ہے کہ جب یہاں کی عورتیں یہ سنتی ہیں کہ ہندوستان کی عورتیں پڑھنا لکھنا نہیں جانتیں اور حلیۂ تربیت اور زیور تعلیم سے بالکل برہنہ ہیں تو ان کو ایسا ہی تعجب ہوتا ہے اور کمال نفرت اور کمال حقارت ان کے خیال میں گزرتی ہے" (صفحہ 24 مکاتیب سرسید مشتاق حسین)۔

مسلم ممالک کی تعلیمی صورتحال:

سرسید احمد خاں نہ صرف یہ کہ یورپ کے تعلیمی صورتحال سے متاثر تھے اور اسے ہی رول ماڈل مانتے تھے بلکہ ان کے پیش نظر روم و مصر اور دیگر مسلم ممالک کی تعلیمی صورتحال بھی تھی، جہاں بلا تفریق صنف تعلیم کو فروغ دیا جارہا تھا اور وہاں کے لوگ تمام علوم و فنون میں اپنے آپ کو آراستہ و پیراستہ کرکے ترقی کے منازل طے کر رہے تھے سرسید انھیں خطوط و نقوش کو یہاں بھی رواج دینا چاہتے تھے، ان کے اس پہلو کو اس خط میں دیکھا جا سکتا ہے، "روم و مصر دونوں میں روز بروز تعلیم کی ترقی ہے، عورتیں بھی روز بروز زیادہ پڑھی لکھی ہوتی جاتی ہیں، مصر کی ایک مسلمان لڑکی کا میں نے ذکر سنا کہ سوائے عربی زبان کے جو اس کی اصلی زبان ہے اور جس میں وہ نہایت فصاحت سے لکھتی پڑھتی ہے فرنچ زبان بھی نہایت خوب بولتی ہے اور لیٹن اس قدر جانتی ہے کہ جو مضمون یا شعر اس کے سامنے رکھا جاوے اس کو پڑھ لیتی ہے اور مضمون سمجھ لیتی ہے اس کے بھائی نے فرانس میں تربیت پائی تھی جب وہ اپنے گھر گیا تو اس کی بہن نے جس کو پڑھنے بہت شوق تھا اور اپنے کنبہ کے بزرگوں سے اس نے اپنی زبان عربی میں بہت کچھ پڑھا تھا اپنے بھائی سے فرنچ اور لیٹن سیکھ لی" (صفحہ نمبر 29/30 مکاتیب سرسید مشتاق حسین)۔

جدید تعلیم کی تحریک:

سرسید کی تعلیم گرچہ قدیم روایتی انداز میں ہوئی تھی مگر ان کی فطرت جدت پسند واقع ہوئی تھی، قدرت کی طرف سے ان کو دور اندیشی ودیعت کی گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی جدید فطرت سے احباب اور قوم کو مزین کرنا چاہتے تھے جس میں دیگر چیزوں کے ساتھ جدید تعلیم پر کافی زور تھا، مخالفتوں کے باوجود ہمیشہ ان کی کوشش یہ رہی کہ ان کی قوم اپنی مذہبی تعلیمات کے ساتھ وہ تمام علوم حاصل کرے جن کو جدید علوم سے تعبیر کیا جاتا ہے، ایسا نہیں کہ ان کے نزدیک وہ قدیم علوم جو مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں وہ بے بنیاد اور غیر اہم ہیں بلکہ صرف ان پر اکتفا کرنا عالمی تقابل میں پچھڑنے کے مترادف تھا، وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلم قوم اقوام عالم میں اپنی کم علمی کی وجہ سے پستہ قدی کا شکار ہوں، اس لیے ان سے اسی وقت تعلیمی اقدام میں جو کچھ بن سکا کیا، سائنٹفک سوسائٹی، سفر لندن، تہذیب الاخلاق اور محمڈن اینگلو اورینٹل کالج وغیرہ تمام اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔

1857 کے بغاوت کے بعد سرسید نے مسلمانوں کے مفادات کی بڑی جرات سے وکالت کی، ان کا اہم ترین کارنامہ ان کی تعلیمی کوششیں ہیں، سرسید کا نقطۂ نظر تھا کہ مسلم قوم کی ترقی کی راہ تعلیم کی مدد سے ہی ہموار کی جاسکتی ہے انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ جدید تعلیم حاصل کریں اور دوسری اقوام کے شانہ بشانہ آگے بڑھیں، انہوں نے محض مشورہ ہی نہیں دیا؛ بلکہ مسلمانوں کے لیے جدید علوم کے حصول کی سہولتیں بھی فراہم کرنے کی پوری کوشش کی، انہوں نے سائنس، ادب اور معاشرتی علوم کی طرف مسلمانوں کو راغب کیا، انہوں نے انگریزی کی تعلیم کو مسلمانوں کی کامیابی کے لیے زینہ قرار دیا تاکہ وہ دوسری قوم کے مساوی معاشرتی درجہ حاصل کرسکیں، دیگر تحریروں کے علاوہ خطوط میں بھی ان کے تعلیمی نظریات کو جابجا دیکھا جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆